قربانی

کا مفہوم کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ کیوں کی جاتی ہے؟
احکام و مسائل کیا ہیں؟

از افادات
شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ

ہم قربانی کیوں کرتے ہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ ہم قربانی اس لیے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور قربانی کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر بھی قربانی کی اور حج کے علاوہ ہر عید قربان پر بھی قربانی کی۔

قربانی ایک عمل ہے جس سے قربانی کے جانور کو معین دنوں میں اللہ کی راہ میں ذبح کرنے سے وہ کیفیت نصیب ہوتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنی شان کے مطابق نصیب ہوئی اور ہر مسلمان کو اپنی حیثیت اپنی استعداد، اپنے خلوص کے مطابق نصیب ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی چیز دنیا کا کوئی کام کوئی محبت، کوئی پیار، کوئی عزیز ترین رشتہ، کوئی محبوب ترین شے اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں رکاوٹ نہ بنے!

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قربانی

کامفہوم کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ کیوں کی جاتی ہے؟

احکام و مسائل کیا ہیں؟

ازافادات

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ہم قربانی کیوں کرتے ہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ ہم قربانی اس لیے کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور قربانی کرنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کے موقع پر بھی قربانی کی اور حج کے علاوہ ہر عید قربان پر بھی قربانی کی۔

قربانی ایک عمل ہے جس سے قربانی کے جانور کو معین دِنوں میں اللہ کی راہ میں ذبح کرنے سے وہ کیفیت نصیب ہوتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اپنی شان کے مطابق نصیب ہوئی اور ہر مسلمان کو اپنی حیثیت اپنی استعداد، اپنے خلوص کے مطابق نصیب ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی چیز دُنیا کا کوئی کام کوئی محبت، کوئی پیار، کوئی عزیز ترین رشتہ، کوئی محبوب ترین شئے اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں رکاوٹ نہ بنے!



اسلام میں سارے سال میں دو تہوار ہیں ایک رمضان المبارک کے تشکر کے طور پر "وَلِتُکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوْا اللّٰہَ عَلٰی مَاھَدٰاکُمْ" کہ جب رمضان مکمل کرلو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمھیں ہدایت نصیب فرمائی اس دِن کو یومِ عید کہتے ہیں اور دوسرا تہوار عید قربان یا عیدالاضحیٰ ہے جو سیّدنا اسمٰعیلؑ کی عظیم قربانی اور سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم ایثار کی نہ صرف یادگار ہے بلکہ اس میں یہ حکمتِ الٰہی پوشیدہ ہے کہ جو اَجر، جو برکات وانوارات، اور جس طرح کی رحمتیں حضرت ابراہیمؑ پر حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے میں نازل ہوئیں اُن میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو شریک کرلیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

"قال رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ما عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یوم النَّحْرِ اَحَبَّ الی اللّٰہ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّم وَاِنَّہٗ لیاتِی یوم القیام بقرونھا وَاشعارھا و اظلافھا واِنَّ الدَّمَ لیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمکان قبل ان یَّقَعَ بالارض فطیبُوْبھا نَفْسًا"

(ترمذی، ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دِن فرزندِ آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دِن اپنے سینگوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! دِل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔

"عن زید بن ارقمؓ قَالَ قَالَ اصحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماھٰذِہِ الْاَضَاحِی یا رسول اللّٰہ؟ قال سنة اَبِیْکُمْ ابراھیم علیہ السلام قالوا فمالنا فیھا یا رسول اللّٰہ؟ قال بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قالوا فالصُّوفُ یا رسول اللّٰہ قال بِکُلِّ شَعْرَةٍ من الصوف حَسَنَةٌ" (رواہ احمد وابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے مورث حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے (ان کی سنت کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھے اور میری اُمت کو دیا گیا ہے) ان صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہمارے لیے ان قربانیوں میں کیا اجر ملے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ انھوں نے عرض کیا تو کیا اون کا بھی یہی حساب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

"عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالمدینةِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّی" (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت

کے بعد مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر (ہر سال) قربانی کرتے رہے۔

حج پر قربانی اور عید قربان پر قربانی

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قربانی جو حج کے موقعہ پر حجاج کرتے ہیں وہ قربانی حاجیوں کے لیے ضروری ہے اور جو قربانی عید کے موقعہ پر پوری دُنیا کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں کرتے ہیں وہ مسلمانوں پر عید قربان کے موقعہ پر اُنھی اوقات میں کرنا واجب ہے۔ ہم بالکل قربانی نہ کرتے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کی ہوتی۔ ہمارے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم ہے اور سنتِ ابراہیمی علیہ السلام پر عمل ہم اس لیے کرتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور کرنے کا حکم دیا۔ ہم متبع ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اللہ کریم نے اس اُمت پر جو احسانات فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک احسانِ عظیم یہ بھی ہے کہ اسے قربانی میں شرکت کا موقع نصیب فرمایا اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اُمتِ مرحومہ کو اس عظیم درجے اور ثواب میں شریک کرلیا۔

ذبح عظیم

قربانی کی اصل یہ ہے کہ سیّدنا ابراہیمؑ نے بے شمار امتحانات میں قربانیاں دیں۔ قرآنِ حکیم کے مطابق ”وَاِذِ ابۡتَلٰٓی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ“

جب ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے پروردگار نے آزمائش میں ڈالا تو وہ اس میں پورے اُترے بچپن میں والدین سے جدا ہوئے، ظالم حکومت سے ٹکر لی، ہجرت فرمائی، کئی حکمرانوں سے ٹکراؤ ہوا، آخری عمر میں چاند سا بیٹا عطا ہوا تو حکم آ گیا کہ اسے اور اس کی والدہ کو ایک ویرانے میں چھوڑ آؤ۔ سینکڑوں میل پیدل سفر کر کے اس جگہ پہنچے جہاں مکہ مکرمہ

ہے۔ بیت اللہ شریف ہے۔ وہاں انھیں اللہ کی حفاظت میں دے کر چلے گئے وہاں نہ کوئی آبادی تھی نہ ہی آبادی کے آثار قریب تھے، پانی تک نہیں تھا۔ قرآنِ حکیم اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا "رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ" ایسی جگہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر جارہا ہوں کوئی گھاس کا تنکا بھی نہیں اُگتا۔ زندگی کے کوئی آثار ہی نہیں لیکن تو قادر ہے چاہے تو اسے آباد کردے تیری قدرت کاملہ سے تو کچھ بعید نہیں اور یہ انھی کی دُعا کا اثر ہے کہ تب سے لے کر قیامت تک مکہ مکرمہ میں کسی موسم کی قید نہیں ہے۔ ہر موسم کا پھل اور سبزی سارا سال ملتی رہتی ہے۔ سیّدنا خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ میں دُنیا کی ہر نعمت ہر وقت ملتی ہے۔

آپ نے یہ واقعہ بار بار سنا ہوگا جس میں حضرت حاجرہ کی پریشانی حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے بے تابی، پہاڑوں پر دوڑنا اور ننھے اسمٰعیلؑ کے قدموں کے نیچے آبِ زم زم کا نمودار ہونا ہے۔ یہ سب قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ بارہا بیان ہوتا رہتا ہے۔ تقریباً ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔

لفظ زم زم حضرت حاجرہ کا دیا ہوا نام ہے۔ اس زمانے کی زبان میں اس کا مطلب تھا "تھم جا ٹھہر جا۔" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر مائی صاحبہ اسے ٹھہرنے کا حکم نہ دیتیں تو یہ اتنا بڑا دریا بنتا کہ دنیا میں بہتا ہی چلا جاتا اور قیامت تک بہتا رہتا۔

پھر جب اسمٰعیلؑ کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اللہ کی طرف سے اپنے دوست ابراہیم خلیل اللہ کو حکم ہوا کہ اپنے اس بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کردیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کے خلیل نے اپنے اس نونہال کو اللہ کے لیے اللہ کے حکم کے مطابق ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے عظیم فرزند کو جس کی پیشانی میں نورِ نبوت چمک رہا تھا۔ اللہ کی راہ میں قربان کردیا۔ آپ علیہ السلام نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کردیا۔ اپنی

آنکھوں پر بوقتِ ذبح پٹی باندھ رکھی تھی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو دُنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور اسمٰعیلؑ پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ حیران ہوئے تو فوراً وحی الٰہی ہوئی کہ آپؑ نے اپنی بات پوری کر دی۔ یہ میری حکمت ہے کہ میں نے اسے باقی رکھنا چاہا اور اس کی جگہ دُنبہ بھیج دیا۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے: "وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ o وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ" (الصّٰفّٰت آیات 107 تا 108)

بلا شبہ یہ بہت ہی بڑا امتحان تھا جس میں حضرت ابراہیمؑ پورے اُترے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ اب یہ ہماری مرضی کہ ہم نے اسے باقی رکھا اور ایک عظمت والا جانور خاص اپنی طرف سے جنت سے بھجوا کر ذبح کرا دیا۔ چنانچہ ہم نے اُن کی یہ یاد بعد والوں میں بھی باقی رکھی کہ ظہورِ اسلام تک اہلِ مکہ قربانی کیا کرتے تھے۔ اسلام نے بھی اس کا حکم دیا اور یوں اس قربانی کی یاد ہر سال تازہ ہوتی رہتی ہے۔

اس معروف واقعے کا ایک پہلو ہے جس پر بہت کم نگاہ جاتی ہے اور وہ ہے اس کی حقیقت۔ قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کا کوئی کام، کوئی چیز کوئی محبت، کوئی پیار، کوئی عزیز ترین رشتہ دار، کوئی محبوب ترین چیز اللہ کی اطاعت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ ظاہر ہے کہ ہر عبادت کے اپنے انوارات اور اپنے ثمرات ہوتے ہیں اور ہر بندے کے الگ ہوتے ہیں کیونکہ ہر بندے کا اللہ سے رشتہ الگ ہوتا ہے ایک ہی جگہ دس بندے نماز پڑھتے ہیں لیکن ہر ایک کی کیفیت الگ ہوتی ہے اس کے ایمان، اس کے خلوص اور اس کے دِل کی گہرائی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر اطاعت پر بندے کی حیثیت کے مطابق انوارات و برکات نازل ہوتی ہیں۔ اسی واقعے میں دیکھئے ایک ابراہیمؑ خلیل اللہ ایک اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ۔ دونوں اللہ کے اولوالعزم رسول ہیں۔ ایک ذبح کرنے والا ایک ذبح ہونے والا اور یہ سب محض اللہ کے نام پر اللہ کے حکم پر ساری محبتیں، سارے تعلقات، سارے رشتے اپنا اور اولاد کا سارا مستقبل چُھری کی ایک جنبش کے نیچے ہے۔ اس پر کس قسم کی

رحمتیں نازل ہوئی ہوں گی، کس طرح کی تجلیات برسی ہوں گی۔ کون سی کیفیات عطا ہوئی ہوں گی۔ اب یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کو قربانی کرنے کا حکم دے دیا۔ آج ہمیں بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ ہم بھی اللہ کی راہ میں جانور ذبح کریں اور ان رحمتوں کا، ان عنایات کا اور اللہ کی اس بخشش کا مزا لیں اور وہ کیفیات ہم پر بھی وارد ہوں۔ اس بخشش سے ہم بھی حصہ لیں تو یہ قربانی کی حقیقت ہے۔ یہاں سے قربانی کی ابتداء ہوئی جو حج کا لازمی حصہ بن گئی کہ جو حج کرے وہ قربانی ضرور کرے اور عامتہ الناس کے لیے روئے زمین پر اللہ نے یہ رحمت کا دروازہ کھول دیا کہ جو مسلمان جہاں ہے وہ اس دِن قربانی کرے تو اللہ کریم اسے وہی برکات عطا فرما دیتا ہے اور اُسے سمجھ آ جاتی ہے کہ، دین کا مقصد کیا ہے؟ وہی جو اسوۂ ابراہیمی ہے۔ وہی جو اسمٰعیلؑ کا طرزِ عمل ہے۔ وہی جس کو اپنانے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ وہی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک گزری یعنی یہ کہ ہماری سوچیں ہماری فکر، ہماری سمجھ، ہماری فہم اطاعتِ الٰہی کے اندر رہے۔ دین مکمل اطاعت کا نام ہے۔ اس میں ہمیں مشورے دینے کی اجازت نہیں۔ اپنی سوچوں پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ علیم و خبیر ہے اور وہ بہر حال ہر ایک سے بہتر جانتا ہے۔ لہٰذا دین بلا حیل و حجت بلا چون و چراں تعمیلِ ارشاد کا نام ہے۔

ہر عمل پر من جانب اللہ ایک اثر مرتب ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا بنایا ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ مثلاً جو الفاظ ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کہے ان الفاظ پر غضب ِالٰہی کا ایک اپنا اثر ہے جب بھی کوئی مخالف اسلام شخص ان الفاظ کو دُہرائے گا اس پر اسی طرح کا غضبِ الٰہی اسی طرح بھڑکے گا جس طرح ابوجہل کے لیے بھڑکا تھا۔ یہ چیز اکثر دیکھی جاتی ہے کہ معترضین جب اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کے الفاظ کم و بیش وہی ہوتے ہیں جو اس وقت کے مشرکین اور یہود کے تھے۔ انھوں نے یہ الفاظ و تراکیب کہاں سے

لیے؟ یہ شیطان کا کمال ہوتا ہے کہ وہ وہی الفاظ ان کے ذہن میں ڈال دیتا ہے تاکہ ان پر غضبِ الٰہی آئے۔

اسی طرح جن الفاظ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی ہے یا جس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہے یا کوئی عمل کیا ہے تو جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز اپناتا ہے اسی طرح عمل کی کوشش کرتا ہے تو اس پر اسی طرح کی رحمتِ الٰہی متوجہ ہوگی جس طرح کی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر متوجہ ہوا کرتی تھی۔ اس طرح اللہ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور انھیں ایسے کام کرنے کی توفیق دیتا ہے یا اس طرح کے الفاظ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے جس طرح اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے جس کے نتیجے میں ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ربِّ کریم کا یہی وہ احسان ہے کہ اس نے ابراہیمؑ کے اس عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو شریک فرمایا اور قربانی کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی تاریخ پر کرنے کا حکم فرمایا اور اس دن یومِ عید قرار دیا اور پھر اس قربانی پر وہ کیفیت نازل ہوئی اس کیفیت کے اَجر کو ہر انسان اپنی عملی زندگی کی پرکھ کر خود جان سکتا ہے جیسے قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَر"

(یقیناً نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے بچالیتی ہے) (سورہ عنکبوت، آیت ۴۵)

اب ہر شخص اپنی نماز کو جانچ سکتا ہے کہ نماز ادا کرنے سے اس کے دِل میں بے حیائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ برائی سے رُک جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے اسے نماز کا اَجر مِل رہا ہے یعنی اس کی نماز ادا ہوگئی لیکن اگر خدانخواستہ وہ نماز بھی پڑھ رہا ہے اور برائی بھی جاری رکھی ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے اس نے نماز ابھی نہیں پڑھی وہ محض رسم نبھا رہا ہے اگر نماز ہوتی تو یقیناً اس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کرتی۔ اسی طرح قربانی کا بھی ایک اثر ہے کہ انسان کے مزاج میں مزاجِ ابراہیمیؑ پیدا ہو جائے۔ اللہ کے مقابلے میں اسے دُنیا یا

دُنیا کی دولت یا دُنیا کا کوئی رِشتہ یا کوئی نعمت اطاعتِ الٰہی کے مقابلے پر عزیز نہ رہے۔

قربانی محض گوشت کھانا نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

"لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی"

اللہ کو خون اور گوشت کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے پاس نہ خون پہنچتا ہے نہ گوشت۔ اسے تمھارا وہ خلوص اور صدقِ دِل پہنچتا ہے جس سے تم قربانی کرتے ہو۔ اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں بشرطیکہ قربانی کی جائے۔ خانہ پُری نہ کی جائے۔

ہم بھی عجیب لوگ ہیں یا تو کوئی عیب دار جانور سستا خرید کر جان چھڑاتے ہیں یا پھر نمائش کے لیے پچاس پچاس ہزار میں ایک دُنبہ خرید کر چرچا کرتے پھرتے ہیں۔ اللہ کو نہ ہماری بڑائی چاہیے نہ خانہ پری۔ بڑا صرف اللہ ہے اور ساری تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں۔ اللہ ربّ العزت تو اتنا کریم ہے کہ اس نے ہماری چھوٹی سی قربانی پر اتنا بڑا اَجر یعنی دردِ دِل عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اب یہ تو اپنے شعور کی بات ہے کہ ہم وہ حاصل کرتے ہیں؟ ہمیں اس کا پتہ بھی ہے یا نہیں؟ یہ بات کوئی نہیں بتاتا۔ مولوی بتاتا ہے کہ قربانی کرو ثواب ہوگا۔ کیا ثواب ہوگا؟ یہ کوئی نہیں بتاتا۔ حق یہ ہے کہ ثواب کا مطلب ہے کہ اس کے بدلے میں جو کیفیت نصیب ہوگی، جو عشقِ الٰہی نصیب ہوگا، جو قربِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوگا۔ وہ ثواب سے یعنی قربانی کا بدلہ ہے لیکن یہ اُنھی لوگوں کے لیے ہے جو اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کے وقت اچھے سے اچھا جانور محض اللہ کی رضا کے لیے قربان کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عید پر سو اُونٹ قربان کیے۔ تریسٹھ اپنے دست کرم سے نحر فرمائے اور باقی حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو اپنی طرف سے کرنے کا حکم فرمایا۔ بعد میں دُنیا سے پردہ فرما گئے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر سال کا ایک اُونٹ ایک ہی وقت میں کر دیئے۔ یوں قربانی کا یہ پہلو ہے جس پر بہت کم بات ہوئی ہے حالانکہ یہ تو برکاتِ الٰہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹنے والی بات ہے جتنا کوئی اپنی جھولی بھر سکتا

ہے بھر لے یہ موقع سال میں ایک بار آتا ہے یہ ہمارے گناہوں کی بخشش کا آسان راستہ ہے۔ اللہ اتنا کریم ہے کہ اس نے اتنی بڑی قربانی کے اَجر میں ہماری سعادت رکھی اور ہمیں اس سعادت سے بہرہ ور کیا پھر اس دِن کو یومِ عید قرار دیا، فرمایا پہلے دو نماز ادا کرو۔ میری کبریائی کی بات کرو۔ تکبیریں پڑھو پھر قربانی کرو اور یہ سوچ کر کرو کہ اے اللہ تو کتنا کریم ہے مجھے اس اَجر میں شامل کر رہا ہے جو تیرے خلیل کو نصیب ہوا۔ اللہ میں تو ایک جانور ذبح کر رہا ہوں اور تو اتنا بڑا اَجر عطا کر رہا ہے۔ یوں قربانی کرو پہلے دِن کر سکتے ہو، دوسرے دِن کر سکتے ہو تیسرے دِن بھی دو پہر سے پہلے کر لو اور اللہ کی عظمت اور بڑائی کے کلمات عصر تک پڑھتے رہو۔ پہلے دِن سے تین دِن تک مسلسل عید رہتی ہے۔ ہر نماز کے بعد اعلان کرتے رہو کہ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

"اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد"

"اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد"

"اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد"

قربانی محض رسم نہیں ہے نہ یہ خانہ پُری کے لیے ہے بلکہ حق یہ ہے کہ قربانی اپنی حیثیت کے مطابق دے ہر فرد خانہ کی طرف سے کرے اور ثواب کی اُمید اللہ سے رکھے۔ لفظ ثواب کے معنی اور مفہوم کی وضاحت یہ ہے کہ یہ قربانی کا اَجر یا بدلہ ہے۔ اس میں وہ برکات اور رحمتیں ہیں اور قربِ الٰہی کے وہ مدارج ہیں جو اللہ کے ان دونوں رسولوں پر نازل ہوئے۔ انھی رحمتوں میں سے ہر قربانی کرنے والا جس خلوص سے قربانی کرتا ہے۔ اُسی حساب سے رحمتِ الٰہی سے ثواب پاتا ہے یہ جذبہ اللہ کے نزدیک اپنی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنی قیمت پاتا ہے۔ محض خانہ پری کرنا یا محض اپنی شہرت کے لیے ہزاروں روپے کا ایک جانور خریدنا تاکہ لوگ کہیں کہ اس نے بڑا خوبصورت جانور خریدا۔ اللہ کو اس روپے کی پرواہ نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق سو قربانیاں بھی کر سکتا ہے تو کرے لیکن

لوگوں کے دِکھاوے کے لیے نہیں بلکہ اپنا مال اللہ کی راہ میں دینے کے لیے خرچ کرے۔ ایک قربانی کر سکتا ہے ایک ہی کرے گھر کے سارے افراد کے لیے کر سکتا ہے ضرور کرے لیکن اس دردِ دِل کے ساتھ کرے اور اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے کرے۔ سو نیکی کا ثواب کیا ہے؟ خلوصِ دِل سے کیے گئے اعمال پر اللہ کریم کی طرف سے بدلہ اور اجرِ عظیم۔ قربانی کا ثواب ہے اُن برکات کا حصول جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قربانی کے عمل پر ملتی ہیں۔

ooo

قربانی پر اعتراض اور اس کا جواب

ہمارے معاشرے کے ایک بزعم خود روشن خیال طبقے کو قربانی پر بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ کروڑوں روپے کے جانور ایک وقت میں ذبح کر دیئے جاتے ہیں، اگر جانور ذبح کرنے کے بجائے یہی رقم کسی تعمیری کام پر خرچ کی جائے تو بہت سے قومی مسائل کا حل نکل سکتا ہے۔ بہت سی یونیورسٹیاں بن سکتی ہیں، ہسپتال بن سکتے ہیں، نہریں کھودی جا سکتی ہیں یا سڑکیں بن سکتی ہیں تو ہم قربانی کیوں کرتے ہیں؟

بظاہر یہ بڑا دلکش اور پُرزور سوال نظر آتا ہے۔ اس سوال کا سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ ہم قربانی اس لیے کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی ہے اور قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا یہ جواب ہرگز نہیں کہ یہ سنتِ ابراہیمی ہے یا یہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دی گئی۔ تمام مسلمان، پوری اُمتِ محمدیہ اس لیے قربانی کرتے ہیں کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور ہمیں بھی قربانی کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور حج پر قربانی کی اور حج کے علاوہ ہر عیدِ قربان پر قربانی کی۔

اس سوال کو دوسرے پہلو سے دیکھیں اور اس طرح جواب یہ ہے کہ قربانی پر خرچ

ہونے والی رقم شاید لاکھوں سے تجاوز کر جائے تو اس کو اس حکم پر جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ہے کیوں لاگو کیا جاتا ہے؟ اور آئے دِن وزیروں کے جلوسوں پر جو کروڑوں خرچ ہو جاتے ہیں اس پر کیوں لاگو نہیں کیا جاتا؟

ہم ہر سال غیر مذہبی تہوار مناتے ہیں جو واقعی تہوار تو ہندوؤں کے ہیں لیکن ان پر کروڑوں روپے مسلمانوں کے خرچ ہوتے ہیں۔ اس پر کیوں نہیں سوچا جاتا؟ کیوں دانشور اس رقم کی بات کیوں نہیں کرتا؟

ایک وزیر جب کسی ضلع میں جاتا ہے تو اس دِن پورے ضلع کی کسی عدالت، کسی تھانے میں کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس دِن کی ان محکموں کے ملازمین کی تنخواہ کا حساب لگا کر دیکھیں۔ اس کے علاوہ دوسرے اضلاع سے پولیس درآمد کی جاتی ہے۔ اُن کی آمد و رفت کے لیے گاڑیاں آتیں اور واپس جاتی ہیں۔ ہزاروں گیلن تیل خرچ ہوتا ہے۔ کیا اس سب کا حساب لگایا جاسکتا ہے؟ کیا یہ سب فضولیات نہیں؟ کیا ان رقوم کو قومی تعمیری کاموں پر خرچ نہیں کیا جاسکتا؟ کیا اس پیسے سے یونیورسٹیاں، ہسپتال، نہریں، سڑکیں نہیں بنائی جاسکتیں۔ ان غیر مذہبی، لغو، بیکار، کاموں سے رقم کیوں نہیں بچائی جاسکتی جب کہ ان کاموں کے پیچھے نہ کسی نبی اور نہ کسی رسولؐ کا حکم ہے بلکہ انھی کاموں سے اللہ نے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اعتراض اپنی اہمیت کھو دیتا ہے۔ ہاں سمجھنے والوں کے لیے ایک انتہائی قیمتی بات ہے اور وہ ہے فلسفہ قربانی۔ یوں تو سارے نبیؑ اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ ہر ولی اللہ بھی ہر مسلمان بھی اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اللہ سے دُشمنی تو صرف کافر کے نصیب میں ہے لیکن بعض لوگ اس دوستی میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ یہی اُن کا نشان بن گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کا امتیازی نشان بھی خلیل اللہ ہے۔ اس دوستی کا اظہار اللہ نے انسانوں اور فرشتوں پر یوں فرمایا کہ پے در پے امتحان حضرت ابراہیمؑ پر بھیجے حتیٰ کہ اپنے پیارے اور عظیم فرزند کو اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم دے دیا۔ کتنی محبت چاہیے حکم دینے

والے سے کہ اپنی پیاری اولاد کی گردن پر چُھری پھیر سکے۔ یہی وہ نظارہ تھا جو ربّ العالمین نے ان فرشتوں کو کروایا، جو کہتے تھے کہ تخلیقِ آدم سے کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ کریم نے انھیں دِکھایا کہ ان میں ایسے بھی ہیں جو ہر شئے میرے نام پر قربان کر سکتے ہیں اور میری رضامندی کے لیے اپنی انتہائی عزیز ترین متاع اپنے ہاتھوں لٹا بھی سکتے ہیں۔ یہ قربِ الٰہی کا انتہائی اعلیٰ درجہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو یہ سعادت بخشی کہ تم اللہ کی راہ میں جانور ذبح کر دو تو تمھیں ایثارِ ابراہیمی میں سے حصہ دے دوں گا۔ اس طرح ہم اس فلسفہ قربانی کو دیکھیں اور اپنے ان چند سکوں کو دیکھیں جن سے جانور خریدتے ہیں تو کیا یہ سودا مہنگا ہے؟

روشن خیالوں کو یہ اعتراضات صرف دِین پر ہی سوجھتے ہیں ورنہ یہ انتہائی سستا سودا ہے کہ ہم صرف چند روپے خرچ کر کے اس ثواب میں حصہ دار بن جاتے ہیں جو ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے جگر گوشہ کی گردن پر چُھری رکھ کر حاصل کیا تھا۔ اس کا کوئی عشرِ عشیر، کوئی ذرّہ مِل جائے تو بھی اجرِ قربانی ہی کا ملتا ہے۔

اللہ تو ایسا کریم ہے کہ اس نے اُمتِ محمدیہ کے کسی فرد کو اس سے محروم نہیں رکھا۔ امیروں کو صاحبِ استطاعت بنا کر مکہ مکرمہ کی حاضری عمر میں ایک بار فرض کر دی اور جس کے پاس وسائل نہ ہوں وہ اگر ہر جمعہ باہتمام پڑھے تو اس کا جمعہ پڑھنا اسے حج کا ثواب دیتا ہے۔ اسی طرح غیر حاجی اپنے اپنے مقام پر جہاں بھی ہے وہیں ان مقررہ دِنوں میں مقررہ اوقات میں قربانی کرے تو اسے بھی وہ اجر و ثواب ہوتا ہے اور وہ بھی قربِ الٰہی کی ان کیفیات میں سے اپنا حصہ پالیتا ہے جو کیفیات حجاج کرام کو وہاں قربانی کر کے نصیب ہوتی ہے سو قربانی ایک ایسا عمل ہے جس سے یہ مذکورہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ قربانی کے لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے میسر آئے وہ ضرور کرے کیونکہ سال میں یہ صرف تین دِن آتے ہیں۔ ایثار و قربانی کی یہ کیفیات یہ اجر و ثواب زندگی بھر کے لیے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی کا حوصلہ ان تین دِنوں میں وافر

میسر آتا ہے ان کے علاوہ کبھی یہ اَجر حاصل نہیں کرتے پھر آئندہ سال انتظار کرتا ہوگا اگر عمر نے وفا کی!

ہمارے علاقے میں ایک روشن خیال نے اسی اعتراض پر مبنی تقریر کی اور اُسے میں نے یہی جواب دیا کہ قربانی کا اَجر کیفیات کی صورت عطا ہوتا ہے۔ انسان کی عملی زندگی میں اللہ کے لیے ایثار کرنے کا حوصلہ عطا ہوتا ہے۔ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی صرف آپ ﷺ ہی کی بات مدِنظر رکھتے ہیں اور آپ ﷺ نے قومی تعمیر کے کام بھی کیے ہیں اور قربانی بھی کی ہے اور ہر سال کی ہے۔ اسی ہستی نے خود جانور ذبح کیے ہیں اور ہمیں عید قربان پر جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جو عظمت جو اخلاق جو کردار جو قربِ الٰہی کے انداز اس ہستی نے دیئے ہیں وہ کہیں سے لا کر دِکھاؤ۔ ہم کسی اور مقصد کے لیے قربانی نہیں کرتے ہم صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کرتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے اور ہمیں کرنے کا حکم نہ دیتے تو ہم کون ہوتے تھے۔ سنتِ ابراہیمی ؑ پر عمل کرنے والے؟ ہم ابراہیمؑ کی اُمت نہیں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ جو انوارات انھیں آگ میں ڈالے جانے پر نصیب ہوئے وہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کرنے پر ہماری حیثیت کے مطابق ہمیں عطا کردیئے یہ اللہ کا احسان ہے کہ جو کیفیت ابراہیم خلیل اللہ کو اسمٰعیلؑ جیسا لختِ جگر قربان کرنے پر نصیب ہوئی ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق ایک جانور ذبح کرنے پر نصیب ہوتی ہے اور یہ اس لیے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں ورنہ ابراہیمؑ سے لے کر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اُمتیں تو اور بھی گزری ہیں نہ کسی کو ان پہاڑوں پر بھاگنا نصیب ہوا نہ کسی جانور کو ذبح کر کے اس اجر کو پانا نصیب ہوا۔

میرے اس جواب کے بعد اس روشن خیال نے لب نہیں کھولے لیکن اب آج کا وہ مولوی مجھے جواب دے جو کہتا ہے کہ جانور ذبح نہ کریں آپ اپنے پیسے ہمارے اکاؤنٹ

میں جمع کروادیں آپ کی طرف سے قربانی ہو جائے گی۔ میں فتویٰ تو نہیں دیتا لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ کیفیت جو آپ کو جانور کاٹنے سے ملتی ہے۔ وہ کسی بنک اکاؤنٹ میں پیسے بھیج کر نہیں ملے گی۔

اس بات کا خیال پہلے علماء کرام کو نہ آیا؟ امام ابو حنیفہ کو نہ آیا؟ جو حساب کتاب کے اتنے ماہر تھے کہ بادشاہ نے جب انھیں جیل بھجوایا اور یہ مشقت دی کہ لاکھوں اینٹیں پڑی ہیں۔ انھیں گنو۔ اِن لوگوں کا خیال تھا کہ اتنی اینٹیں گننے کے لیے انھیں اِدھر سے اُدھر اُٹھا کر رکھنا ہوں گی۔ اس طرح اپنی طرف سے انھوں نے بڑی مشقت آمیز سزا دی تھی۔ امام ابو حنیفہ نے چند منٹوں میں لمبائی چوڑائی کا حساب کر کے ضرب دے کر تقسیم کر کے بتا دیا کہ یہ اتنے لاکھ اینٹ ہے تو وہ حیران ہو گئے کہ اسے ہم نرا مولوی سمجھتے تھے یہ تو ہر فن میں یکتا ہے۔ ایسے شخص کو یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ ایک جانور کی قیمت کیا ہے اور سال میں پوری اُمتِ مسلمہ کتنے جانور ذبح کرتی ہے اور ان کا کوئی اور مصرف بھی ہو سکتا ہے؟ یہ بات ان کے روشن دماغ میں نہ آئی۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ قربانی کا مقصد کیا ہے؟ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت مطلوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہو سکے تو اپنا جانور خود ذبح کرو اتنا بھی نہ کر سکو تو کم از کم پاس کھڑے ہو کر ذبح کراؤ اس کیفیت سے اپنے آپ کو گزارو کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اللہ کی نافرمانی کر جاتے ہو۔ اللہ کے وہ بندے کیا تھے جنھوں نے اسمٰعیلؑ جیسے جگر گوشے کو کاٹ کر رکھ دیا۔

یہ کیفیت کسی مولوی کے اکاؤنٹ میں پیسے ڈال کر نہیں ملتی، مجھے بڑا دُکھ ہوا ہے۔ بڑی بڑی تنظیموں نے اخبارات و رسائل اور جرائد میں ہزاروں روپے کے اشتہارات چھپوائے ہیں۔ لوگوں سے قربانی کے پیسے لے کر اشتہارات پر خرچ کرتے ہیں تا کہ مزید رقم ملے۔ لوگوں کی قربانی کیسے ادا ہو گی اور انھیں بغیر اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے قربانی کی کیفیات ملیں گی اور کیسے انھیں ثواب ملے گا۔

دِین کے ہر حکم کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ عبادت کے حکم کا جواب تعمیل حکم ہے۔ حکم کا جواب حجت بازی نہیں ہے۔ دین مکمل اطاعت کا نام ہے۔ اس میں ہمیں مشورے دینے کی اجازت نہیں دین اللہ کے حکم پر اپنا سر جھکا دینے کا نام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار کا نام ہے۔ قربای کی کئی حکمتیں ہیں۔ نجانے کتنی مصیبتیں ٹلتی ہوں گی؟ لیکن اِن میں سے کوئی ایک بھی قربانی کا مقصد نہیں ہے۔ قربانی صرف اطاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی جاتی ہے۔ اس سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ نفس کی تربیت ہوتی ہے۔ دِل میں عظمتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ آتا ہے۔

دِین کے ہر حکم کو اس کی اپنی جگہ پر رکھ کر اہم جان کر ماننا ہی دِین ہے جو مولوی لوگوں سے قربانی چھڑوا کر اپنے اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کو کہتے ہیں ویسی ہی غلطی تو غلام احمد پرویز نے کی تھی اس بے چارے نے حساب کر کے بتایا تھا کہ اتنی رکعت فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنے پر اتنا وقت لگتا ہے لہٰذا اتنا وقت تو ضائع ہو گیا۔ (نعوذ باللہ)

اس لیے بندہ جہاں کہیں بھی ہے، اپنی جس ڈیوٹی پر ہے وہی ڈیوٹی تندہی سے کرتا رہے تو وہی اس کی نماز ہے۔ اس نے نماز کا بدل یہ دیا تھا اس پر وہ کافر ہو گیا اور یہی بات مولوی اب قربانی کا بدل دے کر رہے ہیں اور لوگوں سے ایک واجب عمل چھڑوا رہے ہیں حالانکہ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سامنے ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ سو اُونٹ قربان کیے جبکہ زندگی بھر درِ دولت پر پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا میسر نہیں رہا۔ کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دِن نہیں گزرا کہ دونوں وقت کا کھانا موجود ہو بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک چاند طلوع ہوتا تھا اور گزر جاتا تھا پھر اگلا چاند طلوع ہوتا تھا اور گزر جاتا تھا اور تیسرا چاند طلوع ہو جاتا تھا اور ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ پکا کر کھانے والی کوئی چیز نہ ہوتی تھی بس دُودھ اور کھجور پر گزارہ ہوتا تھا۔ یہی سب اہلِ خانہ کی غذا ہوتی تھی۔ اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اُونٹ قربان کیے۔

کس طرح یہ رقم پس انداز کی ہو گی، کتنی بھوک کاٹی ہو گی اور یوں سو اُونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیے یہی رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی فنڈ میں دے دیتے۔ جہاد میں اتنی ضرورت تھی وہاں دے دیتے۔ سو اُونٹ بیچ کر مجاہدین کے لیے سامان جمع کر لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ قیمت دینا مقصد نہیں ضرورتیں پوری کرنا مقصد نہیں۔

قربانی کا مقصد اس جذبے کو حاصل کرنا ہے جس سے بندہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کرے اور اس کے حصول کا ذریعہ اللہ نے قربانی رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور سکھایا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لیے قربانی کرو۔ اللہ کے آگے سرنگوں کھڑے ہو کر کہو:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ترجمہ: مَیں نے اپنا رُخ اُس اللہ کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ مَیں ابراہیمؑ کے طریقے پر ہر طرف سے کٹ کر یکسو ہو گیا ایک اللہ کی طرف اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

بارِالٰہا میں تیرا عاجز بندہ ہوں مَیں نے یہ جانور تیری رضا کے لیے ذبح کیا ہے تُو تو کریم ہے بے حد کریم ہے تیری رحمت کا کوئی کنارا نہیں، مجھے بھی ان کیفیات میں سے کوئی ذرّہ عطا فرما جو ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ کو عطا کیں۔

قربانی کرنے کا یہ مقصد ہے۔ دِین کے احکامات کا کوئی متبادل نہیں۔ یہی حالات رہے تو کل نماز کا متبادل بھی نکل آئے گا پھر رمضان کا متبادل بھی تلاش کیا جائے گا اور اللہ نہ کرے پھر قرآن کا متبادل بھی آ جائے گا۔ اسلام متبادل احکامات کا نام نہیں اس کے ہر ہر حکم کی اپنی اہمیت ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ویسے کرنا پڑے گا۔ دین اسلام ایک کیفیت کا نام ہے ایک حالت کا نام ہے ہر حکم میں ایک حال ہے۔ ربِّ دو جہاں سے

رابطے کی ایک صورت ہے، جب ربِّ کریم سے رابطہ نصیب ہوتا ہے برائیاں بُری لگتی ہیں۔ اچھائیاں اچھی لگتی ہیں۔ اطاعتِ نبویؐ جان سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے اور جینے کا لطف آ جاتا ہے۔

کسی فارسی شاعر نے کہا تھا "عید قربان است می خواہم کہ قربانت شوند" قربانی کی عید ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی جان تیری راہ میں لٹا سکوں۔ یہی قربانی کرنے کا اثر ہے جو بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوتا ہے۔

OOO

قربانی کا حاصل یا قربانی کا نتیجہ

یہ یقینی بات ہے کہ اگر ہم نے خلوص کے ساتھ قربانی کی تو صرف بکرا قربان نہیں ہوگا صرف جانور ذبح نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی توفیق بھی عطا ہوگی کہ ہم اللہ کے لیے اپنے مفادات کو بھی قربان کرسکیں۔ ہم عبادات کے اوقات میں آرام قربان کرسکیں۔ ہم حلال کے مقابلے میں حرام کو چھوڑ سکیں۔ ہم بھوک قبول کرلیں اور حرام نہ کھائیں۔ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں خواہ اس میں ہمیں تکلیف اُٹھانا پڑے۔ ہم برائی سے اجتناب کرنا شروع کر دیں۔ خواہ ایثار کرنا پڑے۔ کہیں نقصان بھی اُٹھانا پڑے۔

اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق قربانی کی، خلوص کے ساتھ کی تو ہماری قربانی قبول ہوگی اور جب کوئی ذرہ ان انوارات کا نصیب ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم میں عاداتِ ابراہیمی آنا شروع ہوجائیں گی ہم بھی اپنے مفادات اللہ کے احکام پر قربان کرنے کا حوصلہ پالیں گے۔ قربانی کے اس ایک نتیجے سے ہی ہم پرکھ سکتے ہیں کہ ہماری قربانی رسمی رواجی تھی یا خلوص کے ساتھ تھی۔ کیا میرے دل میں وہ جذبہ آیا ہے یا نہیں۔ ہر ایک کے دِل کا حال یا اللہ جانتا ہے یا کسی حد تک بندہ خود اندازہ کرسکتا ہے۔

قربانی کے احکام

جس آدمی کو جتنی استطاعت ہو اپنی حیثیت کے مطابق اسے قربانی میں حصہ لینا چاہیے۔ ایک عید پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے سو اُونٹ قربانی کیے تھے جس سے اس رواج کی نفی ہو جاتی ہے کہ ہر امیر غریب ایک بکرے یا دُنبے پر اِکتفا کرے۔ قربانی کو خانہ پری کے طور پر ادا نہیں کرنا چاہیے اگر ہمیں کسی اَجر کی اُمید ہے تو ہمیں واقعی اپنے اُوپر کوئی بوجھ ڈالنا چاہیے بغیر کسی سے مقابلہ کیے اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کرنی چاہیے جس طرح ہم زیادہ محنت کر کے عید پر کپڑے اور جوتے بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح تھوڑی مشقت کر کے کچھ سال بھر پس انداز کر کے جتنا ممکن ہو قربانی کرنا چاہیے، ورنہ اگر ہر ممکن کوشش کے بعد بھی کچھ نہ بچے تو پھر اس پر قربانی واجب نہیں لیکن فقہا کے نزدیک پھر بھی اُسے کہیں سے ہدیہ آ جائے یا کوئی اور صورت نکل آئے اور وہ قربانی کرے تو بہت اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

قربانی کا وقت

قربانی معین دِنوں ہی میں ادا کرنے سے ادا ہوتی ہے یعنی ذی الحجہ کی دس تاریخ

نمازِ عید کے بعد سے بارہ ذی الحجہ کی دو پہر سے پہلے تک یعنی قربانی کی عید مین دِن ہوتی ہے پہلے دِن ذبح کرسکتا ہے دوسرے دِن ذبح کرسکتا ہے اور تیسرے دِن زوالِ آفتاب تک کر سکتا ہے۔ مگر کسی بھی رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں۔ سب سے اوّل اور افضل بقر عید کا دِن ہے، پھر گیارہویں اور پھر بارہویں ذی الحجہ۔ شہروں میں بقر عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں اور دیہات میں جہاں نمازِ عید نہیں ہوتی وہاں دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد بھی قربانی کرلی جائے تو درست ہے۔ (دُرِّ مختار)

شہر میں اگر کسی نے بقر عید کی نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس کو دوبارہ قربانی کرنا ضروری ہے۔ (شامی)

حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں عید قربان کے دِن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ جیسے ہی عید کی نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ کی نگاہ قربانیوں کے گوشت پر پڑی یہ قربانیاں نماز سے قبل ذبح کی جا چکی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کر دی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

کس طرح قربانی ادا نہیں ہوتی

جانور کے زندہ صدقہ کر دینے یا اس کی قیمت کو خیرات کر دینے سے قربانی ادا نہیں ہوتی کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے اور صدقہ و خیرات علیحدہ کرنے کے کام ہیں جن پر علیحدہ ثواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک عبادت کے ادا کرنے سے دوسری مستقل عبادت ادا نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے صدقہ و خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی جیسے صدقہ یا زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ حج ادا ہوتا ہے نہ نماز ادا ہوتی ہے۔

خواتین کے لیے حکمِ قربانی

جس طرح مردوں پر قربانی واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی انھی شرائط مذکورہ

کے ساتھ واجب ہے، اگر کسی عورت کی ملکیت میں اتنا مال ہے جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو عورت پر بھی قربانی واجب ہے، جو مسلمان مرد و عورت مال کی ملکیت رکھتا ہے اور قربانی کی استطاعت رکھتا ہے تو اس پر ہر سال قربانی واجب ہے صرف ایک سال قربانی کر دینا کافی نہیں۔

خواتین اپنا جانور اپنی موجودگی میں ذبح کروائیں یہ افضل ہے۔

قربانی کا جانور

افضل یہ ہے کہ جانور نہایت عمدہ ہو۔ اپنی حیثیت کے مطابق خرید کر ذبح کیا جائے ورنہ فقہا کہتے ہیں کہ جو جانور چل کر ذبح ہونے کی جگہ پہنچ جائے وہ بھی جائز ہے۔

بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، اُونٹ، اُونٹنی صرف ان جانوروں کی قربانی جائز ہے۔ مرغی یا مرغ یا کوئی اور جانور قربانی کی نیت سے ذبح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

قربانی کے جانور کے بارے ہدایت

قربانی کا جانور: حضرت براء بن عاذب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا اور بتایا کہ چار ایسے عیوب ہیں، جن سے جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا ایک ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑاپن بہت کھلا ہوا ہو۔ دوسرا عیب ہے جس کی آنکھ خراب ہو اور وہ خرابی بالکل نمایاں ہو۔ تیسرا بیمار جانور چوتھا ایسا کمزور اور لاغر کہ اس کی ہڈیوں کا گودا بھی نہ رہا ہو۔

(موطا امام مالک، مسند احمد، جامع، ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی ماجہ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو یا کان کٹا ہوا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

قرآن مجید نے نیکی کے لیے ایک اصول کے طور پر فرمایا ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن" تمھیں نیکی کا مقام اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ

چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمھیں مرغوب و محبوب ہوں۔قربانی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی رُوح ہی ان کا خاص مقصد ہے۔

عیب دار جانور کے بارے اصولی مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی عضو مثلاً سینگ، دانت یا کان اگر چوتھا حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ دانت ایک مستقل عضو ہے، دیکھ لیں اگر چوتھائی دانت ٹوٹ گیا ہے تو قربانی کے قابل نہیں۔ چوتھائی سے کم ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح سینگ اور کان بھی مستقل اعضاء ہیں ان کے بارے بھی یہی حکم ہے۔ بس اس بات کا خیال رہے کہ آج ہم جو اللہ کے نام پر ذبح کر رہے ہیں کل روزِ محشر اسی کا اَجر ہمیں اپنے گناہوں کے ازالے کے لیے درکار ہوگا۔ ان سب میں خلوص ایثار اور اللہ کی رضامندی کی طلبؔ بنیادی شرط ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر

بکری، بکرا کی عمر سال بھر سے زائد ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم کی قربانی درست نہیں۔ گائے، بیل، بھینس اور بھینسا ان کی عمر دو سال سے زائد ہو دو سال سے کم عمر کا جائز نہیں اور بھیڑ اور دُنبہ چکتی دار ہو یا بے چکتی دار اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا دِکھائی دیتا ہو تو ایسا جانور چھ ماہ کی عمر والا بھی قربانی کے لیے جائز ہے۔ (درمختار)

اور اگر ایسا فربہ نہ ہو تو پھر سال بھر سے کم عمر کا جائز نہیں۔ (شامی)

بڑے جانور میں کتنے حصے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے یا بیل کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے اور اسی طرح اُونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ (صحیح مسلم وسنن ابی داوٗد)

مشترکہ قربانی

جن جانوروں میں شراکت کی جاتی ہے۔ ان کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس

لیے کہ سب حصہ داروں میں سے اگر ایک حصہ دار بھی مطمئن نہ ہو تو سب کی قربانی قبول نہیں ہوتی خواہ وہ کسی معمولی سی چیز پر ہی غیر مطمئن ہو جائے۔ اس لیے سب حصہ داروں کا مشترکہ قربانی کے ہر قدم پر راضی ہونا اور متفق ہونا ضروری ہے۔ دیہات میں عموماً موچی حضرات جانوروں میں شراکت کر لیتے ہیں اور ان کی غرض چمڑہ حاصل کرنا ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کسی اور کو چمڑہ دینے نہیں دیتے پھر اسی حصہ داری کی بنا پر چمڑہ سستے داموں خرید لیتے ہیں۔ اس طرح انھیں چمڑے کے ساتھ گوشت نفع میں مل جاتا ہے۔ اس کاروباری انداز اور اس نیت کے سبب ان کی شراکت کے باعث سب کی قربانی نہیں ہوتی۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جو لوگ قربانی میں شراکت کر رہے ہیں۔ ان سب کے عقائد درست ہوں جب کسی ایسے آدمی کو جس کا عقیدہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قربانی میں حصہ دار بنایا جاتا ہے تو پھر کسی ایک کی بھی قربانی ادا نہیں ہوتی۔

یاد رہے کہ مقلد، غیر مقلد، دیوبندی، بریلوی ان میں اصولوں میں اختلاف نہیں چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات ہیں۔ سب مسلمان ہیں ان سب میں گزارا کرنا چاہیے۔ اتنی برداشت ہونی چاہیے۔

جو واقعی غلط اور خلافِ اسلام فرقے ہیں۔ ان میں الوہیت سے نبوت تک، کتاب سے آخرت تک، نماز، کلمہ، روزہ، مسائل نکاح و طلاق سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے مختلف بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح وہ نبوت کو جاری مانتے ہیں۔ نبوت معمولی بات نہیں۔ نبوت ہی دین کی بنیاد ہے۔ اللہ سے بندے کا تعلق نبیؐ کے طفیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی نبی کی اللہ نے ضرورت ہی باقی نہیں رکھی لیکن گمراہ فرقے کہیں نام بدل کر کہیں مفہوم بدل کر نبوت پر ہی متفق نہیں ہوتے۔ اس لیے ان لوگوں کو اپنی قربانی میں شراکت ہرگز نہیں کروانی چاہیے۔

قربانی کے حصے

یہ بھی ایک رسم ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک رشتہ

دے دیں یا رِشتہ داروں کو دے دیں یا خود رکھ لیں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ بانٹنے کا ایک مسنون طریقہ ہے وہ یہ کہ رشتہ دار کا حق دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ انھیں دیں گے تو دو گنا اجر ملے گا پھر اپنے پڑوس والوں کو دیں گے تو باہر والے کی نسبت زیادہ اَجر پائیں گے اور اگر سارا خود نہیں کھائیں گے کچھ دوسروں کو دے دیا تو بہت سے لوگ آپ کی خوشی میں شامل ہو گئے اس سے ثواب زیادہ ہوگا۔ ورنہ تین حصوں میں بانٹنا شرط نہیں ہے البتہ قربانی کے گوشت میں غریب اور مسکین کا حق ضرور سمجھیں۔ محض تحفے دینا درست نہیں۔ امیر رشتہ داروں کو بھیجنا بھی اتنا ضروری نہیں جتنا ان لوگوں کو دینا ضروری ہے جو قربانی نہیں کر سکتے، جو لوگ جانور ذبح کرنے کی استعداد نہیں رکھتے انھیں بھی حق حاصل ہے کہ وہ قربانی کے گوشت سے عید منالیں۔

قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھال یا چمڑا مساکین کا حق ہے۔ اسے ذبح کروانے کی اُجرت میں نہیں دے سکتے، جس سے ذبح کروایا جائے اُسے الگ سے اُجرت دی جائے۔ کھالیں بھی مساکین کا حق ہیں۔ حضور ﷺ نے جن اُونٹوں کی قربانی دی اُن کے گلے میں جو رسیاں تھیں وہ بھی خیرات کے طور پر غریبوں کو دی گئیں۔ اسی طرح حق یہ ہے کہ قربانی کی کھالیں فروخت کر کے سب سے پہلے غریب رشتہ داروں کو دیا جائے پھر محلے داروں کو پھر غرباء مساکین کو۔

قربانی کی کھالوں کے استعمال میں ایک گنجائش ہے وہ یہ کہ قربانی کے چمڑے اجتماعی مفاد کے کاموں پر خرچ کیے جاسکتے ہیں جب کہ زکوٰۃ ہر آدمی اجتماعی کاموں پر خرچ نہیں کرسکتا۔ وہ مساکین کا حصہ ہے۔

اجتماعی استعمال کی چیزیں بنانے کے لیے کھالوں کی قیمت استعمال ہوسکتی ہے، جیسے کھال سے کنوئیں کا ڈول بنالیا یا پیسے جمع کر کے گلی پختہ کروالی اس قدر گنجائش ہے کہ اجتماعی فائدے کے کام پر خرچ کردے۔

قربانی کا طریقہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قربانی کے دِن یعنی عید قربان کے دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی وسفیدی مائل سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رُخ قبلہ کی طرف کرلیا تو یہ دُعا پڑھی "اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ علٰی مِلَّةِ ابرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ ربُّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِه بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ"

ترجمہ: (میں نے اپنا رُخ اس اللہ کی طرف کرلیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے۔ میں ابراہیمؑ کے طریقے پر ہر طرف سے کٹ کر یکسو ہوگیا۔ ایک اللہ کی طرف اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری عبادت، میری قربانی اور میرا مرنا جینا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں)

اس کے بعد فرمایا: اے اللہ یہ قربانی تیری ہی طرف سے ہے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے ہے۔ تیرے بندے محمد ﷺ کی اُمت کی جانب سے بسم اللہ واللہ اکبر۔

یہ دُعا پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اُسے ذبح کیا۔

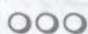
(مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، دارمی)

حقیقی قربانی تو ان لوگوں کی ہے جو سب کچھ اللہ کے لیے قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ حقیقی قربانی تو ان خوش نصیبوں کی ہے جو راہِ حق میں کام آئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ کیا پاک مزاج لوگ تھے۔ کیسے عجیب لوگ تھے۔ ہم بہر حال جانور ذبح کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ قربانی قبول ہو گی۔ اس میں ہمارا خلوص مشتبہ ہوتا ہے۔ ہمارا سرمایہ مشتبہ ہوتا ہے۔ ہمارے طریقے خلافِ سنت ہوتے ہیں بلکہ رسومات پر مبنی ہوتے ہیں اور عبادت تو وہی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے سے ہو اور نبی علیہ السلام کے حکم سے ہو۔ اپنی مرضی سے نہیں۔ سو ہم سے تو ہزاروں کوتاہیاں ہو جاتی ہیں لیکن وہ کتنے خوش نصیب تھے جن کی جانیں اس نے قبول کر لیں۔ قربانی کی حقیقت تو وہ پا گئے جنھوں نے واقعی قربانی دی جو دے رہے ہیں اور دیتے چلے جا رہے ہیں محض بقائے دین کے لیے محض احیائے دین کے لیے۔ دین تو باقی رہنا ہے۔ اللہ نے رکھنا ہے۔ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آخری دین اسلام ہے آخری کتاب قرآنِ حکیم ہے تو جب تک اللہ نے دُنیا کو قائم رکھنا ہے تب تک یہ نبوت بھی رہے گی یہ دِین بھی رہے گا اور جب یہ دِین نہیں رہے گا تو یہ دُنیا بھی نہیں رہے گی۔ دین کو اللہ نے باقی رکھنا ہے لیکن دُنیا عالمِ اسباب ہے۔ اس میں کس کس کو دِین کی بقاء کا سبب بناتا ہے یہ اس کا اپنا انتخاب ہے۔ کس کو اس سعادت سے سرفراز کرتا ہے یہ اس کی اپنی پسند ہے۔ بعض اوقات ہم کسی کو بظاہر بے کار سمجھتے ہیں لیکن اس کے دِل میں اتنا خلوص ہوتا ہے کہ اللہ اُسے قبول کر لیتا ہے اور کسی

دوسرے کو ہم پارسا سمجھتے ہیں لیکن وہ اندر سے اتنا کھوٹا ہوتا ہے کہ اللہ اسے قبول نہیں کرتا، تو ہماری کوشش یہ ہو کہ جب جانور قربان کریں تو یہ دُعا بھی کریں کہ اے اللہ نہ صرف ان جانوروں کی قربانی ہم سے قبول فرما بلکہ ہماری ذاتی قربانی بھی قبول فرما۔ ہمیں بھی قبول فرما۔

قربانی کی عید تو شاید ڈھائی دِن کی ہے لیکن قربانی کا موسم ڈھائی دِن کا نہیں۔ یہ ڈھائی دِن کی عید جانوروں کی قربانی کی ہے۔ جان و مال کی قربانی، عشق و محبت کی قربانی، دردِ دِل کی قربانی کا موسم آ رہا ہے، جا نہیں رہا۔ یہ موسم اپنے جوبن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ خوش نصیب ہوں گے جن کے دِل میں عشق ہو گا محبت ہو گی اللہ سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ انھیں چُن لے گا۔



قربانی کی عید تو ڈھائی دِن کی ہے لیکن قربانی کا موسم ڈھائی دِن کا نہیں۔ یہ ڈھائی دِن کی عید جانوروں کی قربانی کی ہے۔ جان و مال، عشق و محبت، دردِ دِل کی قربانی کا موسم آ رہا ہے جا نہیں رہا وہ خوش نصیب ہوں گے جن کے دِل میں اللہ سے عشق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہو گی اور جنہیں اللہ چُن لے گا!




قُربانی کی عید تو ڈھائی دِن کی ہے لیکن قربانی
کا موسم ڈھائی دِن کا نہیں۔ یہ ڈھائی دِن کی عید جانوروں
کی ہے۔ جان و مال، عشق ومحبت، دردِ دل کی قربانی کا
موسم آ رہا ہے جا نہیں رہا وہ خوش نصیب ہوں گے جن
کے دِل میں اللہ سے عشق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
ہوگی اور جنہیں اللہ چن لے گا!